# فصل اوّل

## خاندان،آغاز وارتقا

### خاندان کا آغاز

خالقِ کائنات نے جب دنیا کی تخلیق کا ارادہ کیا تو اس میں بسانے کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کو اکیلے نہیں بھیجا بلکہ حضرت حوا کا ساتھ عطا کر کے گویا خود خالقِ کائنات نے خاندانی نظام کی داغ بیل ڈالی۔حضرت آدم وحوا علیہ السلام سے شروع ہونے والا یہ مختصر خاندان میاں بیوی سے ماں باپ کے مقدس اور قابل احترام رشتے میں جڑا اور انھی سے پھیلتے پھیلتے بھائی، بہن، بھتیجے، بھانجے، نواسے، پوتے، چچا، ماموں، دادا اور نانا جیسے رشتے وجود میں آنے لگے۔ یوں زندگی خاندان کے چھوٹے سے یونٹ سے نکل کر معاشرے کی شکل اختیار کر گئی۔

ڈاکٹر خالد علوی معاشرے کی ساخت کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''معاشرہ ایک غیر مرئی وجود ہے۔اس لیے علماء معاشرت نے معاشرے کو ادارات پر تقسیم کیا ہے۔ان کے نزدیک معاشرہ چند ادارات کا مجموعہ ہے انہی ادارات سے معاشرے کا ڈھانچہ تیار ہوتا ہے۔ان ادارات کے عمل سے معاشرتی عمل کا تعین ہوتا ہے۔معاشرتی استحکام، اس کی ترقی وتنزل کا پتہ انہی کے ذریعے چلتا ہے۔''[۱]

چونکہ اداروں کے مجموعے کا نام ہی معاشرہ ہے اور خاندان اس معاشرے کا ایک اہم ادارہ ہے۔ ان اداروں کے آغاز کا صحیح پتہ چلانا تو ممکن نہیں ہے لیکن ماہرین عمرانیات نے اس کی مختلف تعریف کی ہے۔

شاہ ولی اللہ نے حجۃ البالغہ میں اسے ارتفاق کا نام دیا ہے اور ارتفاقات ہی کے مجموعے کا نام معاشرہ ہے چونکہ معاشرہ ایک غیر طبعی وجود ہے اس لیے معاشرے کی پہچان کا واحد ذریعہ یہی ارتفاقات ہیں۔شاہ صاحب نے آغاز وارتقاء کے بارے میں جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان جماعت پسند مخلوق ہے گو جماعت پسندی بعض حیوانات میں بھی پائی جاتی ہے۔لیکن انسانی جماعت پسندی کے فطری محرکات دو ہیں:''تحفظ جان'' ''بقائے نسل''[۲]

ڈاکٹر خالد علوی مختلف ماہرین عمرانیات کے حوالے سے معاشرے کے اداروں کی تقسیم اس طرح کرتے ہیں:

مشہور ماہر عمرانیات ہربرٹ سپنسر نے اپنی کتاب پرنسپل آف سوشیالوجی میں ادارات کی 6 قسمیں بیان

---

۱۔ ڈاکٹر خالد علوی،اسلام کا معاشرتی نظام،ص۶۳

۲۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ البالغہ،ارتفاقات

کی ہیں۔

(1)۔خانگی،(2)۔سیاسی (3)۔پیشہ وارانہ(4)۔رسمی (5)۔کلیائی (6)۔صنعتی۔

واینبرک (Weineberg) نے ان ادارت کو اس طرح بیان کیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں اہم اجتماعی ادارات وہ ہیں۔ جو معاشی تگ و دو، حکومت، مذہب اور خاندان سے متعلق ہیں۔ ڈیوی (Dewy) کہتا ہے کہ عادات انسانی فطرت کی تشکیل کرتی ہیں۔لہٰذا ہمارے حقیقی اجتماعی ادارت وہ ہیں جو ہماری انسانی فطرت کی تشکیل کرتے ہیں۔۳

ان اداروں کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہے کیونکہ یہ ادارے افراد کو اس قابل بناتے ہیں کہ وہ اپنی روز مرہ کی زندگی گزاریں۔کسی معاشرے کے ادارے جتنے مضبوط،واضح اور منضبط ہوں گے اتنا ہی وہ معاشرہ مضبوط ہوگا۔ان اداروں کی خصوصیات بتاتے ہوئے ڈاکٹر خالد علوی کہتے ہیں:

1۔ معاشرتی زندگی کی بنیادیں۔

2۔ ان کی وجہ سے معاشرے کو استحکام نصیب ہوتا ہے۔

3۔ انہی کے سبب معاشرتی حالات کی تکمیل ہوتی ہے۔

4۔ یہی وہ ذرائع ہیں جن سے ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے۔

ان اداروں کی ساخت فرد، ساز و سامان، تنظیم اور عمل پر مشتمل ہوتی ہے۔۴

معاشرے کے اداروں کی ساخت کے بعد اس کے فرائض کا تعین ضروری ہے۔ان فرائض کو ریڈ کلف براؤن نے بڑی خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے:

ایک معاشرتی ادارے کے فرض سے میری مراد اس کا وہ کردار ہے جو معاشرتی یکجہتی کے جملہ میں استعمال کرکے یہ مراد لے رہا ہوں کہ بحیثیت مجموعی ثقافت کا مقصد عمل یہ ہے کہ وہ منفرد افراد انسانیت کو کم وبیش مستحکم معاشرتی تنظیم سے ملا دے، مستحکم نظام حکومت وہ ہے جو ان افراد کے باہمی تعلق کو متعین اور منظّم کرے اور اس طرح کی اثر پذیری عملی ماحول کو مہیا کردے اور مشتمل افراد یا گروہوں کا ایسا اندرونی انتخاب کرے جو مطلوبہ معاشرتی زندگی کو ممکن بنادے''۵

ان اداروں کے اپنے اپنے دائرہ کار ہیں جن میں یہ کام کرتے ہیں اور ان کے انفرادی اور اجتماعی دائرہ کار ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔مگر ڈاکٹر خالد علوی ان کے کچھ اجتماعی دائرہ کار بھی متعین کرتے ہیں کہ یہ ادارات:-

(1) معاشرتی ہم آہنگی (2)۔افراد کا نظم وضبط (3) معاشرتی احساس کی بیداری (4) مقاصد کی تکمیل (5) حقوق و فرائض کا خیال رکھتے ہیں اور یہ تمام انسانی معاشروں کی مشترکہ میراث ہیں۔۶

---

۳۔ اسلام کا معاشرتی نظام،ص ٦٨ ۴۔ اسلام کا معاشرتی نظام،ص ۴

۵۔ -Redcliffe-Brown.The present position of anthropological Studies Section H-,P-13, Principle of Socialogy-P.231

۶۔ اسلام کا معاشرتی نظام،ص ۷۸

معاشرے کا آغاز کب ہوا کچھ یقین سے نہیں کہا جاسکتا تاہم یہ حقیقت ہے کہ معاشرے کی ابتدا خاندانی تنظیم سے ہوئی اور خاندان کی ابتدا مرد وعورت کے باہمی تعلق سے ہوئی، جن کے تعلق کی اینٹیں باہمی محبت و اخوت کے مصالحے کے ساتھ خود خالقِ کائنات نے مضبوط کیں۔

کم وبیش 12 تا 15 ہزار سال کا وقت حضرت آدم علیہ السلام سے آج تک بنتا ہے جو زیادہ سے زیادہ مبالغہ پر اتنا ہی بڑھایا جاسکتا ہے۔

The Jewish Calander, which follows the data contained in the old testamen places the dates of the above very precisely. The second half of the Christian year 1975 corresponds to the beginning of the 5736th year of the creation of the world. The creation of man followed several days later, so that he has the same numerical age, counted in years, as in the jewish Calendar. (1975 to 2005=30 years, to add) It may be deduced, according to the Bible that Abraham was born 1948 years after Adam.ے

کرہ ارض پر خاندان کا آغاز مذکورہ اقتباس کی روشنی میں 5766 (5736+30) برس بنتا ہے۔ماہرین اگرچہ عقل کے گھوڑے دوڑاتے اور تحقیق کے نام پر کروڑوں، لاکھوں سال پرانی انسانی کھوپڑیوں اور دیگر اعضاء کی بازیابی سامنے لاتے رہتے ہیں مگر یہ سب حقیقت سے بعید ہے کیوں کہ آج کے دور کی سب سے معتبر کتاب قرآن حکیم اس کی تائید نہیں کرتی۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام سے قبل بھی انسان اس کرہ پر یا کسی دوسرے کرہ پر بسائے گئے ہوتے تو خالق ان کا ذکر ضرور فرمادیتا جس طرح ملائکہ، جنات اور دوسری مخلوق کا ذکر قرآن حکیم میں موجود ہے۔تخلیق کائنات کے حوالے سے البتہ قرآن لامتناہی عرصے کی نشاندہی ضرور کرتا ہے۔سورۃ الدھر کا آغاز ہی اس بات سے ہوتا ہے۔فرمایا:

﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا﴾۸

''کیا انسان نہیں جانتا کہ پیدائش سے لمبا عرصہ قبل وہ کچھ نہ تھا''۔

ماضی میں خاندان کا وجود ڈھونڈنے کے لیے ہم نے کتب سماوی تورات وقرآن سے رجوع کیا:

☆ اور خداوند نے نوح سے کہا کہ تو اپنے پورے خاندان کے ساتھ کشتی میں آ۔''۹

☆ تب نوح اس کے بیٹے اور اس کی بیوی اور اس کے بیٹوں کی بیویاں اس کے ساتھ طوفان کے پانی سے بچنے کے لیے کشتی میں گئے۔''۱۰

☆ تب ان مردوں نے لوط سے کہا کیا یہاں تیرا کوئی اور ہے؟ داماد اور اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو اور جو کوئی تیرا اس شہر

---

ے۔ Maurice Bucaille ,The Bible, The Quran and Science pages 29-30

۸۔ الدھر ۷۶:۱ ۹۔ پیدائش باب ۷۔آیت۱۔

۱۰۔پیدائش باب ۷،آیت ۷ ۱۱۔پیدائش باب۱۹ آیت ۱۳

میں ہے سب کو اس مقام سے نکال لے۔"[۱۱]

ماضی میں مبعوث انبیاء و رسل علیہم السلام کی تعلیمات مسخ اور سماوی کتب ہدایت میں انحراف کے بعد جب کرہ ارض کے انسان عالمگیریت کی دہلیز پر پہنچے تو خالقِ کائنات نے اپنے طے شدہ منصوبہ کے مطابق نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری مکمل و مدلل کتابِ ہدایت قرآن مجید دے کر بنی نوع انسان کو جہالت کی تاریکیوں سے نکالنے کے لیے مبعوث فرمایا۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ ماضی میں خاندان کے وجود کو قرآن کس انداز سے ثابت کرتا ہے۔

☆- اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ. [۱۲]

"جب یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ ابا میں نے خواب میں گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کررہے ہیں۔" (والد، والدہ اور گیارہ بھائیوں کے کنبے کا ذکر ہے)

☆- فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَیْنَاؕ اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ. [۱۳]

"جب وہ یوسف کے پاس گئے تو کہنے لگے کہ عزیز ہمیں اور ہمارے خاندان کو بڑی تکلیف ہورہی ہے۔"

☆- وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ. [۱۴]

"اور ہم نے ان کو اہل و عیال اور ان کے ساتھ ان کے برابر (ایک اور کنبہ) بخشا۔"

ثابت ہوا کہ خاندان کی تشکیل اور اس کا تسلسل خالق کائنات کے طے کردہ منصوبہ تخلیق آدم کا جزو لاینفک تھا۔ یہ تسلسل آج ہم بچشم خود دیکھ رہے ہیں اور یہ اسی طرح جاری و ساری رہے گا کہ مشیت الٰہی کا یہی فیصلہ ہے۔

## قبل از مسیح خاندانی نظام کا خاکہ

### ☆ سمیری تہذیب:

جدید ترین تحقیقات کے مطابق سمیری تہذیب قدیم ترین اور سب سے پرانی تسلیم کی گئی ہے۔ اس کو اسیریا والوں کی حکومت کہا جاتا ہے۔ یہ دریائے دجلہ وفرات کا درمیانی علاقہ (الجزیرہ) ہے جسے یونانی اور رومی موسوپوٹامیا بھی کہتے ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی خطے، یعنی بابل کے قدیم شہر اُر(UR) میں پیدا ہوئے۔ماہرین آثار قدیمہ کی رائے میں اُر کی عمر آٹھ ہزار سال قبل مسیح سے شروع ہوتی ہے۔تہذیب وتمدن کا سب سے پہلا سرچشمہ یہی ہے۔کم وبیش چھ ہزار سال قبل مسیح چیلڈیا والوں یا اسیریا والوں اور بابل والوں کی حکومتیں شروع ہوئیں۔تورات کی ایک روایت کے مطابق طوفانِ نوح کے بعد انسانی زندگی کا آغاز اسی مقام سے ہوا۔

۱۲۔ یوسف ۱۲:۴ ۱۳۔یوسف ۱۲:۸۸ ۱۴۔ص۔۳۸:۴۳

حضرت ابراہیم علیہ لسلام کا زمانہ دو ہزار سال قبل مسیح ہے۔ بابل کے مشہور قانون ساز خارمولی نے قانون کی کتاب لکھی جو آج بھی موجود ہے۔ اس کا سن تالیف دو ہزار سال قبل مسیح ہے۔ اس زمانے میں خاندان کی عورت جنس بازار بن چکی تھی۔ وومنز آف آل ایجز کے مصنف کے مطابق وہاں خاندان کی ہر عورت مجبور تھی کہ زندگی میں کم از کم ایک بار کسی نہ کسی اجنبی مرد سے رابطہ قائم کرے۔ یہ قبیح رسم ایشیا صغیر کے کئی ممالک اوے، ایپروس اور فونشیا وغیرہ میں بھی شروع ہوگئی۔ بابل کے بادشاہ حمورابی نے ۲۲۵۰ قبل مسیح میں حکومت کی۔ اس زمانے میں کام دیوی کی برسی پر جو عورتیں مندر میں ایک رات بسر کرنے سے انکار کرتی تھیں ان کے سر کے بال سزا کے طور پر کاٹ دیے جاتے تھے۔ اس کا نام بیت شجاعت یا مقام وصل تھا۔ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں کچھ مثبت تبدیلیاں آئیں مگر وہ دیرپا ثابت نہ ہوسکیں۔ اس کے بعد جب سمیری تہذیب نے ہمہ جہتی ترقی شروع کی۔ ہر طرف دودھ اور شہد کی نہریں بہنے لگیں، دولت کی ریل پیل ہوگئی، زندگی کے ہر شعبہ میں ان لوگوں نے ایسی حیرت انگیز ترقی کی کہ آج کی سائنسی دنیا بھی حیرت میں ہے۔ تمدنی عروج کے ساتھ ہی انھوں نے رسوم و رواج کے آہنی پنجروں میں بند عورت کو مکمل طور پر آزاد کر دیا۔ عورت میں بدترین غلامی کا ردِعمل پیدا ہوا اور مردوں نے اس کے لیے فحاشی، زنا کاری اور بدکاری کے چمک دار راستے ہموار کر دیے، اور یوں پوری قوم فحاشی اور بدکاری کے سمندر میں غوطے کھانے لگی، اور خاندانی نظام معاشرت درہم برہم ہو کر رہ گیا۔ اس کے ساتھ مرد، اور عورتیں یہاں تک کہ بچے بھی جادو کی تعلیم حاصل کرنے میں مصروف ہوگئے اور اس میں بھی انھوں نے کمال حاصل کرلیا۔ لیکن اس شان دار تہذیب کی جڑیں فحاشی اور زنا کاری سے پہلے ہی کھوکھلی چکی تھیں۔ حالات کے ایک زبردست طوفان نے اس بگڑی ہوئی تہذیب کا نشان تک مٹا دیا۔ [۱۵]

## قدیم مصر میں خاندان کی حیثیت:

نمرود کی سلطنت کے بعد فرعونوں کے وطن مصر کو تاریخ میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے کیونکہ سمیریا کے بعد سب سے پرانی تہذیب کا وارث مصر ہے۔ بالعموم مصر میں قانون نے خاندانی عورت کو مکمل آزادی دے رکھی تھی۔ ماں کی حیثیت سے وہ بہت طاقتور تھی۔ نکاح اور شادی کے بغیر مردوں سے کھلے بندوں ناجائز تعلقات کا رواج اتنا عام تھا کہ اسے معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلاشبہ نچلے طبقے میں عورت کی زندگی اس وقت بھی جہنم زار سے کم نہ تھی لیکن پھر بھی اس پر تہذیب کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ مصری دوسرے تمام قبائل کی نسبت خاندانی عورتوں سے بہتر سلوک کرتے تھے لیکن دوسرے قبائل کی عورتیں غلامی کی زندگی بسر کرتی تھیں۔ پلوتومیس کے زمانے تک بھائی بہنوں کی شادی کا عام رواج تھا لیکن بعد میں یہ رسم ختم ہوگئی۔ تحقیق کرنے والوں کا خیال ہے کہ قدیم مصر میں بدترین قسم کی فحاشی اور بے حیائی کلدانیوں اور دوسری مشرقی اقوام نے رائج کی۔ بقول ڈاکٹر اومنڈ پوائے قدیم مصر میں نوجوان عورتوں اور مردوں کو فحاشی، بے حیائی اور عیش ونشاط کے تمام اسرار کی باقاعدہ تعلیم اور تربیت دی جاتی تھی۔ قدیم مصر کی سوسائٹی کی جو تصویر سامنے آتی ہے اس سے یہی بات واضح ہوتی ہے کہ دوسرے قدیم معاشروں کی طرح قدیم مصر میں بھی شروع میں عورتوں کو گھر نما باڑوں میں بھیڑ بکریوں کی طرح صدیوں تک قید رکھا گیا۔ ان کے نہ کوئی حقوق تھے اور نہ انھیں کوئی معاشرتی اہمیت حاصل تھی۔ [۱۶]

---

۱۵۔ عنایت عارف، عورت تاریخ عالم کی روشنی میں، باب ۳، ص ۴۱-۴۵

۱۶۔ عنایت عارف، عورت تاریخ عالم کی روشنی میں، ص ۴۶-۴۹

## یونان میں خاندان کی حیثیت:

ڈاکٹر گستاؤلی بان نے اس دور کے ترقی یافتہ اور مہذب یونان کی عورتوں کے بارے میں لکھا ہے کہ یونانی عموماً گھر کی عورتوں کو کم درجے کی مخلوق سمجھتے ہیں۔ اگر کسی عورت کے ہاں وقت سے پہلے بچہ پیدا ہوجائے تو اسے مارڈالتے ہیں۔ اسپارٹا میں ایسی بدنصیب عورت، جس سے کسی قومی سپاہی کے پیدا ہونے کی امید ہوتی، قتل کردی جاتی۔ جس وقت کسی عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوچکتا تو ملکی فوائد کے پیش نظر اسے دوسرے شخص کی نسل آگے بڑھانے کے لیے اس کے خاوند سے عاریتاً لے جاتے تھے۔ گرہستن اور پاکباز عورت ان کے نزدیک انتہائی ذلیل مخلوق تھی۔ انھوں نے پنڈورا سے یہ حکایت وابستہ کررکھی تھی کہ جب انسان دنیا میں آیا تو دیوتاؤں نے اسے ایک مقفل صندوق دیا اور تاکید کی کہ اسے کھولنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ مصیبت میں گرفتار ہوجاؤ گے، مگر مرد کی تجسس پسند طبیعت کو چین نہ آیا۔ اس نے صندوق کھول کر دیکھا تو اس میں سے ایک خوبصورت عورت (پنڈورا) نکلی جو بعد میں تمام انسانی آفات وآلام کا باعث بن گئی۔ درحقیقت اس خود ساختہ عقیدے میں خاندانی عورت کی ابدی ذلت ورسوائی اور تباہی وبربادی کی داستان پوشیدہ ہے۔

اپنے زمانے کی علمی، ادبی، سیاسی اور ہر قسم کی تحریکوں سے ناواقف عورت کی ازدواجی زندگی ابتر اور خراب تھی۔ عموماً شوہر بیوی سے کئی گنا زیادہ عمر کا ہوتا کیونکہ شادی کا انحصار والدین کی مرضی پر ہوتا تھا۔ منسوب کو دیکھنے کی اجازت نہ تھی اور شادی کو محض ایک معاشرتی ضرورت خیال کیا جاتا تھا۔ ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔

یونانی اس اعتبار سے ممتاز ہیں کہ انھوں نے اپنے ابتدائی دور میں خاندان کو وہ حیثیت دی جو منشائے الٰہی کے مطابق تھی۔ وہ خاندانی عورت کو (قرآن کی زبان میں) اپنا لباس سمجھتے تھے اور خود کو عورت کا لباس قرار دیتے تھے۔ آغاز کے دور میں عورت کی حیثیت متعین تھی۔ وہ گھر کی مالکہ اور نیکی اور پارسائی کا مجسمہ تھی۔ وہ اپنی عصمت وعفت کی نگہبان تھی۔ مگر یونانی معاشرہ تہذیب وتمدن میں جوں جوں آگے بڑھتا گیا، منشائے الٰہی (منشائے فطرت) سے دور ہوتا گیا۔ اس وقت بھی یونانی مرد عورت سے تمام اعلیٰ اخلاقی صفات کی توقع رکھتے تھے لیکن ان کا اپنا عمل قطعاً اس کے خلاف تھا، اور وہ پاکیزگی کے کسی اصول کے پابند نہیں تھے۔

تھیوڈور بیسٹر مین نے اپنی کتاب (مین اگینسٹ ومن- Man Against Woman) میں لکھا ہے کہ چچا زاد بہن بھائیوں کے علاوہ چچا بھتیجیوں سے شادیاں کرتے تھے۔ جبکہ چچیاں اور ممانیاں، بھتیجوں اور بھانجوں سے جنسی طور پر وابستہ ہوکر شوہر اور بیوی کی طرح رہتے۔ ایک باپ سے ہوتے مگر دوسری ماں سے شادی کرلیتے۔ اس دور کی ایک خاص بات یہ تھی کہ شادی سے پہلے زوجین کو بات چیت کی اجازت نہ تھی۔ ۱۷

## دورِ جاہلیت کا خاندانی نظام

اسلام کی آمد سے قبل خاندانی نظام کی جو حیثیت اور حالت تھی وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ قدیم زمانے میں خاندان کی تکوینیں، افراد کے حقوق وفرائض اور باہمی رشتے کے احترام کا احوال اب بھی غامض ہے۔ بعض علمائے تاریخ کا خیال ہے کہ

۱۷۔ عنایت عارف، عورت تاریخ عالم کی روشنی میں، باب ۳، ص ۴۱-۴۵

ازدواجی زندگی کی ابتدا عورت کو بھگا کر لے جانے یا اس کو خریدنے سے ہوئی ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ انسان جنگلوں میں رہا کرتا تھا اور اس کا خاندان اپنے لیے چند مخصوص کردہ عورتوں پر مشتمل ہوتا تھا اور کسی دوسرے شخص کے لیے یہ جائز نہ تھا کہ ان عورتوں کو اس شخص سے علیحدہ کرے۔ اس طرح جب ان کی اولاد بڑی ہوجاتی تھی تو اپنے آپ سے علیحدہ کرکے اپنی بیویوں یعنی ان کی ماؤں سے دور کردیتے تھے اور ان کو دوسری ہمسایہ عورتوں کو حاصل کرنے کی ترغیب دی جاتی تھی۔ اس کو بعد میں دینی حیثیت حاصل ہوگئی اور اس کے مطابق اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا گیا۔ لیکن پھر بھی قبیلے یا خاندان کے سربراہ اس سے مستثنیٰ ہوتے تھے۔ مثلاً مصر کے فراعنہ اور فارس کے بادشاہ اپنی محرمات کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم رکھ سکتے تھے۔ بعد میں دوسری اقوام مثلاً چین، جاپان، وغیرہ نے بھی اس عادت پر عمل کرنا شروع کیا۔[۱۸]

علمائے قانون کا یہ بھی خیال ہے کہ سب سے پہلے شخصی قوانین بنے ہیں۔ اس کے بعد دوسرے قوانین وجود میں آئے ہیں۔ تاریخ میں جن قدیم تہذیبوں اور شریعتوں کا ذکر ہوا ہے ان میں سب سے پہلے سمیری تہذیب اور قانون کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہ لوگ تین ہزار سال قبل مسیح وسط ایشیا میں آباد تھے۔[۱۹]

مؤرخین میں اس بات پر اختلاف ہے کہ دنیا میں پہلے کون سا قانون نافذ ہوا تھا۔ حمورابی کا یا لبیت، عتشار، بیلا لاما کا یا اورنمود کا۔ بہر حال حمورابی قانون کی دفعہ نمبر ۱۴۵ کے مطابق مرد کو صرف ایک بیوی رکھنے کا حق حاصل تھا۔ وہ صرف ضرورت کی صورت میں دوسری شادی کرسکتا تھا۔ اس طرح مہر، میراث، وصیت اور طلاق وغیرہ کا قانون موجود تھا۔ فرعونی دور میں دوسری اور تیسری بیوی رکھنے کا رواج بڑھ گیا تھا البتہ پہلی بیوی کو ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی۔[۲۰]

باپ کو سربراہ کی حیثیت حاصل تھی اس کے بعد بڑے بیٹے کو سربراہ سمجھا جاتا تھا۔ ماں شوہر یا بڑے بیٹے کی اجازت کے بغیر کسی قسم کے تصرف کا حق نہیں رکھتی تھی۔ بوخورلیس کے قانون میں عورت کو مرد کے برابر لایا گیا تھا اور بالغ عورت کو یہ حق دیا گیا کہ وہ اپنی مرضی سے ولی کی اجازت کے بغیر شادی کرے۔ میراث میں بیٹا اور بیٹی برابر کے شریک ہوتے تھے۔ قدیم رومی قانون کے مطابق بیوی شوہر کے تابع ہوتی تھی، اور اس کے مال کو شوہر کا مال سمجھا جاتا تھا۔ بعد میں بیوی صرف سربراہ خاندان کے احکام کی تابع اور اپنے اموال کی مالک ہوتی تھی۔ نکاح دونوں کے والدین کی مرضی کے مطابق ہوتا تھا۔ محرمات کا قانون بھی کارفرما رہا۔ قدیم ہندوستان میں منوجی کا قانون رائج چلا آرہا ہے۔ اس قانون کے مطابق بیوی، شوہر کی موت پر یا تو اپنے آپ کو آگ میں جلائے گی یا دوسری شادی نہیں کرے گی۔

عربوں کے ہاں زمانہ جاہلیت میں نکاح کا جو تصور تھا اس کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی روایت پر اکتفا کرتے ہیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

> ”بے شک جہالت کے زمانے میں چار قسم کے نکاح تھے۔ ان میں سے ایک نکاح جو آج بھی لوگوں میں معروف ہے وہ تھا کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے اس کی بیٹی بہن کا رشتہ مانگتا۔ پھر مہر ادا کرتا اور

---

۱۸۔ قصة الحضارة: ۵۹/۱

۱۹۔ احمد فوزی: دراسات فی تاریخ الشرق القدیم، ص ۲۸

۲۰۔ الوسیط: ۱۷۹

عورت سے نکاح کرلیتا۔ اور دوسرا نکاح یہ تھا کہ بیوی جب حیض سے پاک ہوجاتی تو خاوند اس سے کہتا کہ فلاں شخص کے پاس جا اور اس سے بیٹا لے کر آ۔ اس کا خاوند اس سے الگ رہتا اور اس وقت تک بیوی کو ہاتھ نہ لگاتا جب تک اس آدمی سے اس کا حمل ظاہر نہ ہوجاتا جس سے وہ بچہ لینے گئی تھی۔ جب حمل ظاہر ہوجاتا پھر اگر اس کا خاوند پسند کرتا تو اس سے میاں بیوی کا تعلق قائم کرتا۔ ( مرد یہ کام اولاد کو اونچا نسب دلانے کی خاطر کرتا اور اس نکاح کو نکاح استبضاع کہا جاتا تھا)۔ تیسرا نکاح یہ تھا کہ دس سے کم لوگ ایک عورت کے پاس آتے تھے۔ وہ سب کی حاجت کو پورا کرتی یہاں تک کہ وہ حاملہ ہوجاتی اور بچہ جنتی۔ جب چند راتیں گزر جاتیں تو وہ سب کو بلا لیتی۔ ان میں سے کسی کو جرات نہیں ہوتی کہ اس عورت کے بلانے پر نہ جائے۔ یہاں تک کہ وہ سب مرد اس کے پاس جمع ہوجاتے۔ وہ ان سے کہتی کہ جو معاملہ تمہارا میرے ساتھ رہتا ہے تم اس سے واقف ہو۔ اب میں نے لڑکا جنا ہے۔ اے فلاں یہ تیرا بیٹا ہے۔ وہ اس کا نام پکار دیتی جس کو وہ پسند کرتی۔ پس وہ اس کے بیٹے کو لے لیتا اور اس میں انکار کرنے کی جرات نہ ہوتی۔ عورت کے کہنے کے مطابق بچے کو اپنا بیٹا بنا لیتا۔ اور چوتھا نکاح یہ تھا کہ بہت سے لوگ ایک عورت پر داخل ہوتے۔ وہ ان میں سے کسی کو منع نہ کرتی اور یہ فاحشہ عورتیں ہوتی تھیں اور ان کے گھروں پر جھنڈے نصب ہوتے۔ تا کہ ان کی جگہ کی نشانی رہے۔ پس جو کوئی ارادہ کرتا تو ان کے پاس آتا۔ وہ کسی کو نہ روکتیں۔ جب ان میں کوئی حاملہ ہوتی اور بچہ جنتی تو اس کے پاس آنے والے سب مرد جمع ہوتے اور قیافہ شناس کو بلا لیتے۔ اس کے قیافے کے مطابق جس کا بیٹا سمجھتے اس کے سپرد کردیتے اور وہ اس کا بیٹا کہلواتا۔ اس میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق کے ساتھ مبعوث ہوئے تو جہالت کے تمام نکاحوں کو ختم کردیا گیا سوائے اس نکاح کے جو آج لوگوں میں معروف ہے۔" [۲۱]

اس حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جہالت میں عورت کا کیا مقام تھا اور نکاح جیسے ادارے کا کیا حال ہوگیا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ہے: "اللہ کی قسم ہم جہالت کے زمانے میں عورتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے اس کے بارے میں جو نازل کرنا تھا وہ کیا اور جو ان کو دینا تھا دیا۔" [۲۲]

ان احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت کا معاشرہ اخلاقی لحاظ سے کتنا گرا ہوا تھا۔ لیکن نکاح کا طریقہ بھی موجود تھا، اور قدر اسی خاندان کی ہوتی تھی جو نکاح کے حصار میں محصور ہوتا تھا۔ شریف خاندان نکاح کو اہمیت دیتے اور دیگر بیماریوں سے بچے رہتے تھے۔ اور اسی بنا پر عربوں میں اپنے نسب محفوظ ہوتے تھے۔ ان کے ہاں تعارف کے لیے صرف نام کافی نہ ہوتا تھا بلکہ دور تک نسب کا تعارف بھی ضروری ہوتا۔ اس لیے لوگوں کو اپنے نسب نامے یاد تھے۔ اسی بنا پر ہرقل نے ابوسفیان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک سوال یہ کیا تھا: **کیف نسبہ فیکم؟** [۲۳] "اس نبی کا نسب

۲۱۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب النکاح، باب من قال لا نکاح الا بولی، (ح ۵۱۲۷)

۲۲۔ فقه السنة، ۸/۲، طبع دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۹۸۵ء

۲۳۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب بدء الوحی الی رسول الله، (ح ۷)

تمھارے اندر کیسا ہے؟''

قبائلی نظام اسی نسب کی حفاظت کی بنیاد پر قائم تھا،اور اسی وجہ سے لوگ آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے۔ اور اسی میں غلو کی وجہ سے اپنی بیٹیوں کو ایک تو نان ونفقہ کے سبب زندہ درگور کرنے کا ظالمانہ اور سفا کانہ رواج تھا،اور دوسری طرف اس کی بنیاد یہ تھی کہ اس کی بیٹی کو کسی ایسے شخص کے نکاح میں نہ دینا پڑے جو اس کے لیے باعث عار بن جائے۔مختصر یہ کہ نکاح کی رائج قسمیں جو زنا کی قسم میں سے تھیں،وہ معیوب شمار ہوتی تھیں،اور عمومی طور پر معاشرہ اس سے محفوظ تھا۔صرف چند گرے ہوئے لوگ اس میں ملوث ہوتے تھے۔

عرب قدیم کے معاشرتی نظام کی بنیاد خونی رشتہ پر تھی۔ایک دادا کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرنے والے انسانوں کا ایک گروہ باہمی دفاع کے لیے آپس میں متحد ہوا کرتا تھا۔اس گروہ کے افراد مشترک طریق عبادت اور مشترک رسوم کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہوا کرتے تھے،مگر سب سے مقدم اور سب سے اہم چیز جو ایک مؤثر برادری پیدا کرتی تھی،وہ یہی خونی رشتہ تھا،خواہ حقیقی ہو یا فرضی۔عرب قبیلہ درحقیقت ایک بڑا خاندان ہوتا تھا۔

تمام قدیم معاشروں کی طرح عرب میں بھی نظامِ معاشرت کے اجزائے ترکیبی افراد نہیں، بلکہ افراد کے مجموعے ہوتے تھے۔فرد بجائے خود زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا، بلکہ اس کی اہمیت اس خاندان یا جماعت کی وجہ سے ہوتی تھی جس سے اس کا تعلق ہوتا تھا۔خاندان ہی اپنے معاشرتی اور قانونی نظریوں کے تحت اپنے تمام افراد کی زندگیوں کو ایک دوسرے سے وابستہ رکھتا تھا۔خاندان ہی اپنے افراد کے حقوق کا دعویٰ کرتا، ان کے نقصانات کا بدلہ لیتا، ان کی غلطیوں کا جواب دہ ہوتا، ان کی موت کے بعد ان کی جائیداد کا مالک ہوتا اور یہ سب اسی سنت کے مطابق ہوتا تھا جس کا تمام قابلِ لحاظ اقتدار قدیم ترین زمانے سے چلے آنے والے رواج سے ماخوذ تھا۔

اسلام نے اس نظام کو اس کی تمام ضروری خصوصیات کے ساتھ باقی رکھا۔اس نے صرف ایک عنصر تبدیل کیا، یعنی عرب قبیلہ کی سیاسی و معاشرتی بنیاد......خونی رشتہ کو عقیدے کی جماعت میں تبدیل کر دیا۔

قدیم سامی قبیلوں میں پہلے ہی سے عبادت قبائلی زندگی کا مرکز تھی۔ایک قبیلہ کسی مخصوص بت کو اپنا معبود بنا لیتا تھا اور یہ بت ہی قبیلہ اور قرابت کے تسلسل کی تعیین اور تشخص کا باعث ہوتا تھا۔قدیم سامیوں کے ہاں کسی بت کی تبدیلی وہی معنی رکھتی تھی جو ہمارے ہاں قوم کی تبدیلی کے ہیں۔

حضور نبیٔ کریمؐ نے دراصل تمام الٰھوں کی نفی کر کے اور صرف ایک الٰہ کو واحد معبود قرار دے کر اس بنیاد کو ہی ڈھا دیا جس پر قبائل اور قوموں کا جداگانہ تشخص قائم تھا۔آپ نے ایسا نظام معاشرت تعمیر کیا جو قبائلی کثرت کی جگہ اعتقادی وحدت پر مبنی تھا۔جن لوگوں کو صدیوں سے الگ الگ خداؤں کی عبودیت نے تقسیم کر رکھا تھا۔اور جن کے جذبات، خیالات اور معاشرت کو مشرکانہ اثرات نے پروان چڑھایا ہو انھیں ایک الٰہ کی بندگی پر جمع کرنا،قومی و نسلی تعصّبات اور معاشرتی تقسیم کی دیواروں کو توڑ کر انھیں ایک کر دینا دراصل تاریخ کی رفتار کو بدلنا اور ایک نئی تاریخ بنانا تھا۔

ایک اکیلی ہستی کا ۲۳ سال کی قلیل مدت میں ایسا زبردست انقلاب پیدا کرنا درحقیت تاریخ انسانی کا ایک

عظیم الشان واقعہ ہے اور اس ہستی نے دنیا کو ایک نئے معاشرتی نظام اور نئی اصطلاحات سے روشناس کرایا۔ اسلام کا خاندانی نظام تو دنیا کے لیے برکات اور اُمیدوں کے نئے جہان آباد کرنے کا پیغام ساتھ لایا مگر اس نے تاریخ عالم اور مذاہبِ عالم کے دوسرے پیروکاروں پر بھی اپنے گہرے اثرات مرتب کیے۔

## خاندان کا ارتقا

خاندانی نظام کے ارتقا پر غور وفکر ہمیں جو رہنمائی فراہم کرتا ہے، اسے سادہ الفاظ میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ خالق کائنات اور رب العزت نے چونکہ انسان کو پیدا کرکے اسے سینہ دھرتی پر اپنا نائب بنانا تھا اور پھر اس کو اپنی مرضی پر چلانے کا خاطر خواہ انتظام بھی ناگزیر تھا، لہٰذا اس نے پہلے انسان ہی کو مرتبہ نبوت پر فائز کرکے اُسے عملی زندگی گزارنے کے لیے ہدایات دینے کا سلسلہ شروع کردیا۔

جوں جوں انسان کرہ ارض پر پھیلتے گئے، معاشرہ پھیلتا گیا، اور زمین کا ایک وسیع حصہ آباد ہوگیا۔ خاندانوں کے مجموعے قوموں کی شکل میں وجود میں آگئے۔ پھر اللہ تعالی نے ان کی ہدایت کے لیے انبیاء علیہم السلام بھیجنے شروع کردیے۔ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب (جن کا لقب اسرائیل تھا)، اور پھر حضرت یعقوب کی نسل سے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ تک نبیوں کا اسرائیلی سلسلہ چلا۔ بعد ازاں اسماعیلی سلسلے سے نبی آخری الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سرورِ عالم اور خاتم النبیین کے مرتبہ جلیلہ پر فائز ہوئے اور آپ کی نبوت قیامت تک بنی نوع انسان کے لیے رہنمائی کا حقیقی منبع ہے۔

انسان فطری طور پر معاشرت کا محتاج ہے۔ اسی فطری تقاضے اور خارجی ماحول کی ضروریات نے اسے اجتماعی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا۔ معاشرتی تنظیم کا آغاز کب ہوا؟ صحت کے ساتھ اس کا تعین ممکن نہیں تاہم یہ تو بدیہی امر ہے کہ انسانی معاشرے کی ابتداء خاندانی تنظیم سے ہوئی ہے۔ خاندان کی ابتداء ایک مرد اور ایک عورت سے ہوتی ہے جو والدین کا روپ اختیار کرلیتے ہیں۔ بچے جوان ہوتے ہیں تو پھر ازدواجی رشتے بنتے ہیں اور اس طرح کنبے اور قبیلے وجود میں آتے ہیں، خون کے رشتے پھیلتے ہیں اور یہ وحدت پھیل کر معاشرہ بن جاتی ہے۔

## عمرانی نقطۂ نظر

ماہرین عمرانیات نے اپنی مخصوص زبان میں خاندان کی وضاحت کچھ اس طرح سے کی ہے: انگریزی زبان کا لفظ (Family) لاطینی استخراج ہے اور بنیادی طور پر ایسے گروپ کو ظاہر کرتا ہے جو والدین بچوں، نوکروں اور غلاموں پر مشتمل ہو۔ اس کا مماثل یونانی لفظ (Oikonomid) ہے۔ جس سے لفظ (Economic) نکلا ہے۔ جو ظاہر کرتا ہے کہ خاندان بنیادی طور پر معاشی تنظیم ہے اور اس میں وہ تمام باتیں پائی جاتی ہیں جو وسیع تر معاشرتی زندگی میں موجود ہیں۔ ماہر عمرانیات ایف نمکوف (Meyer F. Nimkoff) اپنی کتاب میرج اینڈ فیملی (Marriage and Family) میں خاندان کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے: ''میاں بیوی اور اولاد پر مشتمل ایسا باہمی ربط جو نسبتاً پائیدار ہو'' سمز اور کیلر کے الفاظ میں: ''خاندان ایک مختصر معاشرتی تنظیم ہے جس میں کم از کم دو نسلیں شامل ہوتی ہیں اور اس کا امتیاز یہ ہے کہ یہ خونی رشتے کی تنظیم

ہے۔''غرض خاندان معاشرتی زندگی کی ابتدائی وحدت ہے جس میں بنیادی حیثیت مرد وعورت کو حاصل ہے۔[۲۴]

خاندان بھی دوسرے معاشرتی اداروں کی طرح ترکیبی و انتظامی تبدیلیوں سے دوچار ہوتا رہا۔ اس کے ارتقاء میں استحکام کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ مختلف مراحل پر خاندان کے استحکام اور عدم استحکام ہی سے اس کا تعین ہوتا رہتا ہے۔ایک مستحکم خاندان کی بنیا دمردوعورت کا تعلق ہے۔ اس سے بچہ سکون حاصل کرتا ہے۔ ایک بچہ ماں کی گود میں بیٹھ کر یا بہن بھائیوں کی معیت میں کھانے اور کھیلنے میں جو سکون اور اطمینان محسوس کرتا ہے، وہ کہیں اور نہیں پاتا۔ بچے کے لیے پہلا اور آخری سہارا ماں باپ ہوتے ہیں، تاہم وہ بڑا ہوکر آزاد اور خود مختار ہوجاتا ہے۔ مگر اس وقت وہ بوڑھے والدین اور چھوٹے بہن بھائیوں کی دیکھ بھال کرتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ خاندان کا آغاز و ارتقا ایک ایسا مسلسل عمل ہے جس میں ہر فرد ایک دوسرے کا سہارا بن جاتا ہے۔ ایوریٹ کیرنگٹن (Everret Charington) کے مطابق:''خاندان کا مرکزی فریضہ یہ ہے کہ وہ ان افراد کے مابین جو آپس میں خاندانی قرب رکھتے ہیں، محبت وشفقت کے خصوصی روابط برقرار رکھے۔''[۲۵]

انسان نے بالکل آغاز ہی میں محسوس کرلیا تھا کہ اس کی زندگی کا انحصار خاندان پر ہے۔ تمدن کے ابتدائی درجے سے لے کر دور حاضر تک خاندان کی بنیادی حیثیت نہیں بدلی۔ علمائے معاشرت کا کہنا ہے کہ اچھے معاشرے کا دارومدار مستحکم خاندان پر ہے۔ رومی تہذیب خاندانی نظام میں کمزوری کی وجہ سے زوال کا شکار ہوئی اور دور حاضر کے متمدن اور مہذب معاشرے بھی اسی کے انتشار کی وجہ سے معاشرتی فساد کا شکار ہیں۔ خاندان ایک ایسا ادارہ ہے جو انسانی رویے اور طرزِ عمل کی تشکیل کرتا ہے۔ خاندان ہی کے ذریعے فرد کی معاشرتی تربیت ہوتی ہے، اور خاندان ہی وہ ادارہ ہے جو فرد کو اپنے فرائض کا احساس دلاتا اور فرق مراتب کا شعور بخشتا ہے۔

عمرانی نقطۂ نظر سے معاشرے کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے

۱۔ ابتدائی (Primary)

۲۔ ثانوی (Secondary)

اس تقسیم کے لحاظ سے خاندان ابتدائی گروہ میں آتا ہے۔ یہ معاشرتی وحدت ہے جو جنسی کشش اور پدری و مادری محبت سے وجود پذیر ہوتی ہے۔

خاندان کے فرائض کیا ہیں؟ اس کا تعین ان ضروریات سے ہوگا جو کسی معاشرے کے لیے اجتماعی حیثیت رکھتی ہیں۔ گویا خاندان کو ایک ادارے کی حیثیت سے وہ تمام فرائض سرانجام دینے ہیں جو اس کے افراد کی ضروریات کی تکمیل اور خواہشات کی تسکین کی صورت پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً خوراک، لباس اور مکان وغیرہ وہ ضروریات ہیں جو بالکل ابتدائی دور کے ایک سادہ سے کسان خاندان کے لیے بھی اہمیت کی حامل تھیں اور موجودہ ترقی یافتہ معاشرے میں بھی ہر فرد کی ضرورت ہیں۔ معاشرتی ارتقا کے ساتھ ساتھ جس طرح خاندان کی ہیئت بدلتی رہی ہے اسی طرح اس کے فرائض بھی بدلتے رہے ہیں مثلاً زرعی معاشرے میں بچے نعمت ہوتے ہیں، وہ کھیتوں میں کام کرکے اور دیگر سرگرمیوں میں حصہ لے کر خاندان کی تقویت

---

۲٤۔ اسلام کا معاشرتی نظام،،ص ۸۰،۸۱

۲٥۔ Everret Charington, Principle of Socialogy, P.32

کا باعث بنتے ہیں، اس لیے خاندان ان بچوں کی دیکھ بھال کرتا ہے، لیکن جدید معاشرتی زندگی میں بچے بوجھ بن گئے ہیں اس لیے ان کی کفالت کرنا خاندان اپنا فریضہ نہیں سمجھتا۔ اس کا اندازہ ایچ۔ ای بارنیس (H.E Barnes) کے اس جملے سے کیجیے کہ ''جدید معاشرے میں بچے اب معاشی اثاثہ نہیں بلکہ اہم مالی ذمہ داری ہیں۔''۲۶

زرعی معاشرے میں خاندان پر معاشی دباؤ زیادہ نہیں ہوتا اس لیے چند افراد کے کام سے خاندان کی کفالت ہو جاتی ہے۔ تقسیم کار میں گھریلو اور بیرونی کام کاج کا خیال رکھا جاتا ہے۔ لیکن صنعتی انقلاب کے بعد خاندان کی تنظیم میں بہت اہم تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ معاشی تگ و دو نے بنیادی اہمیت حاصل کر لی ہے، اور خاندان کے فرائض میں کسب معاش کو نمایاں حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔

## اسلامی نقطۂ نظر

خاندان کی تشکیل کے ہر پہلو پر قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جزئیات کی حد تک جو ہدایات دی ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس خوبصورتی سے عملی نمونے سامنے رکھے ہیں ان پر بلاچون و چرا عمل کرنا خاندان اور معاشرے کے ارتقا کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ قرآن پاک اور فرامین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں مرد و زن کے دائرہ کار اور آزادی و حقوق کے تعین میں جو اعتدال و احتیاط ہے وہ کہیں اور مل ہی نہیں سکتی!

قرآن کریم کی سورۃ نور اور سورۃ احزاب کی آیات تشکیل و استحکام خاندان کے حوالے سے ہر صاحب بصیرت کو دعوت فکر دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری سورتوں میں بھی ہدایات کا سرمایہ موجود ہے جو غور و فکر اور فہم و فراست کا طلبگار ہے۔ ارتقاء اور انحطاط کے حوالے سے جدید تحقیق صرف ان روشن خیالوں کے لیے سامنے لائی جارہی ہے جو اسلام کے مقابلے میں یورپی اور امریکی تحقیق پر ایمان لانا ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن منصف مزاج مغربی محققین بھی اس اعتراف پر مجبور ہیں کہ موجودہ مغربی معاشروں کی طرح مخلوط اور مادر پدر آزاد معاشرے کبھی کامیاب معاشرے نہیں رہے۔ اس قسم کے خیالات کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

> انسانیت کی پوری تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی اس قسم کی نہیں ملتی کہ کوئی ایسی سوسائٹی (خاندان کا مجموعہ) تمدن کی بلندی تک پہنچ گئی ہو جس کی لڑکیوں کی پرورش اور تربیت اس ماحول میں ہوئی جس میں مرد و زن مخلوط رہے ہوں۔ تاریخ عالم میں ایسے شواہد نہیں ملتے کہ وہ قوم اپنی تمدنی بلندی کو قائم رکھ سکی ہو۔ اس کے برعکس وہی اقوام تہذیب کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ سکی ہیں جنھوں نے مخلوط میل جول پر پابندی عائد کی۔ کوئی گروہ کیسے ہی جغرافیائی ماحول میں رہتا ہو اس کی تمدنی سطح بلند یا نیچے ہونے کا انحصار اس بات پر ہے کہ اس نے اپنے ماضی اور حال میں مرد و عورت کے میل جول کے لیے کس قسم کے ضوابط مرتب اور نافذ کر رکھے تھے۔۲۷

---

۲۶۔ H.E.Barnes-Social Institution, P:610

۲۷۔ Prof.Dr.J.D.Union Sex& Culture pages 340-41 Cambrdge Univerisity

ایک مسلمان کے ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ قران و سنت پر ایمان کے زبانی جمع خرچ سے آگے بڑھ کر اس پر بلا چون و چرا عمل کرے، اور اگر بات سمجھ میں نہ آئے تو اُسے اپنی سمجھ کا فقدان کہے۔ مگر ہمارا اسلام ذرا مختلف قسم کا ہے کہ جس بات کی تصدیق جدید دور کے محقق کر دیں وہ قابل قبول ہے اور اس تصدیق کے سرٹیفیکیٹ کے بغیر ہر چیز بنیاد پرستی اور رجعت پسندی قرار پاتی ہے۔

خاندان اور معاشرے کی تشکیل کے بعد اس کے ارتقا و استحکام کی خاطر قرآن و سنت نے بنی نوع انسان، بالخصوص اہل ایمان کے سامنے جو ہدایات رکھیں، اور ان ہدایات کی بنیاد پر جو خاندان معرض وجود میں آئے اور ان خاندانوں نے جو معاشرہ تشکیل دیا چشمِ فلک نے نہ اس سے پہلے ایسے خاندان اور ایسے معاشرے کا نظارا کیا تھا اور نہ ہی اس کے بعد آج تک دیکھا ہے۔ قرآن و سنت کی آفاقی تعلیم ہی کی بنیاد پر بہترین خاندان بن سکتا ہے، اور اس میں خاندان کے استحکام کی خاطر ہر سطح پر ہر رشتے کے ساتھ عدل اور اس کے حقوق کی ادائیگی کی ضمانت ہے۔ اسلام نے خاندان اور معاشرے کے تحفظ کے لیے بھی ہر طرح کی رہنمائی فراہم کی ہے، جو کسی بھی دوسرے دین کے پیروکاروں کا مقدر نہیں ہے۔ یورپی معاشرہ عدم تحفظ کا شکار ہے اور اسی وجہ سے کثرت سے مرد و زن اسلام کے دامنِ رحمت میں پناہ لے رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے ایک اقتباس جو خاندان کی King Pin عورت کے مقام سے متعلق ہے:

> ''مغربی اور مسلمان عورت کا تقابلی مطالعہ کریں تو واضح فرق ملتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں عورت کو زیادہ تقدس اور عظمت حاصل ہے جو مغرب کی عورت کو حاصل نہیں بلکہ تحریک آزادی نسواں کا اس کے سوا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا کہ عورت دہرے بوجھ تلے دب گئی ہے۔ مرد ہمیشہ ایک جیسے رہیں گے جبکہ عورتیں کہیں زیادہ تیزی سے بدل رہی ہیں لیکن جو کچھ وہ حاصل کرنا چاہتی ہیں اس کے لیے ویسی کوشش نہیں کر رہیں۔ آزادی و حقوق نسواں کی تحریکیں جن مقاصد کے لیے جدوجہد کر رہی ہیں ان میں سے اسقاطِ حمل اور ہم جنس پرستی کے سوا سب چیزیں پہلے ہی اسلام میں میسر ہیں۔'' ۲۸

ہمارے نقطہ نظر سے خاندان و معاشرے کے آغاز، تسلسل اور ارتقاء و انحطاط کی کہانی انہی حقائق کے دائرے میں گردش کر رہی ہے اور قیامت تک یونہی گردش کرتی رہے گی۔ آفاقی تعلیم پر عمل کرنے والا خاندان پرسکون، محفوظ اور خوشحال دیکھا جائے گا اور باغی خاندان بظاہر چمک دمک والا تو ہوگا مگر عدم سکون اور عدم تحفظ کا شکار ہوگا۔

اگلے صفحات پر اقوام متحدہ میں اقوام عالم کے درمیان متفقہ رائے سے مرتب ہونے والی خاندان کی اصطلاحات اور تعریفات کا ایک جائزہ لیا گیا ہے۔

---

۲۸- London Times 9.11.93